# فکر انگیز

(ادارہ)

ملک کے کسان سارا دن کھیت میں جان کھپاتا ہے، مزدور کارخانے میں سارا دن دھکے کھاتا ہے، زمیندار اپنے کسانوں کے لئے زمیندارے کے سارے خراجات مہیا کرتا ہے، کارخانے دار اور کاروباری اپنا سرمایہ لگا کر دن رات منصوبہ بندی کرتا ہے اور نقصان اور خسارے کے خطرات چھپاتا ہے۔ اس ساری محنت و مشقت سے وسائل اور سرمایہ وجود میں آتا ہے۔ اس سرمایہ کی ایک خطیر رقم ٹیکسوں کی شکل میں حکومت کے حوالے کی جاتی ہے تاکہ حکومت کا نظام چلے اور ملکی ادارے ملک کی حفاظت کریں۔ سیاسی حضرات تو ایک عرصۂ دراز سے اس سرمائے کی دونوں ہاتھوں سے لوٹ کھسوٹ کر کے اسے باہر ممالک میں منتقل کر کے اس کا جو حشر کر رہے ہیں وہ ہر روز کے اخبارات میں موجود ہے۔ مختلف ادارے جو ملک چلا رہے ہیں اس پیسے سے جو شاہانہ زندگی گزار رہے ہیں اس کو بھی سب دیکھ رہے ہیں۔ ایک بار تو ان سیاستدانوں نے اور اداروں نے صبح سویرے قوم کو خوشخبری سنائی کہ سقوطِ ڈھاکہ ہو گیا۔ ایبٹ آباد کے واقعے سے یہ خطرات منڈلانے لگے ہیں کہ خدانخواستہ اس طرح ایک اور سندیسہ موجودہ لوگوں نے پاکستانی قوم کو سنایا اور ساتھ یہ بات ہوئی کہ کرنسی ساری ختم ہو گئی، جس طرح مشرقی پاکستان کے واقعے میں ہو گئی تھی، تو سب خود سوچ لیں۔ اس لئے سارا سرمایہ ایک جگہ نہ لگائیں۔ دور دراز دھاتوں میں زراعتی زمین اور پناہ کی جگہ رکھیں۔ اپنی آبائی زراعتی زمینوں کو ضائع نہ کریں۔ ہارڈ کرنسی ریال اور یورو میں بھی سرمایہ رکھیں۔ کسی پسماندہ پُرامن ممالک کی شہریت مل سکتی ہو تو اس کا بھی سوچنا چاہیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# پیام رساں اُمت (تیسری قسط)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نور اللہ مرقدہٗ)

## امت عزلت و قعود کی زندگی نہیں گزار سکتی:

ظاہر ہے کہ ایک ایسی امت جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خلافت وانبیاء علیہم السلام اور خاص کر اپنے نبی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نیابت اور جملہ انسانیت کی طرف بعثت کے منصب جلیل سے نوازی گئی ہو، جو نسل نسانی کی قیامت تک نگران بنائی گئی ہو، جسے وجود ہی دنیا میں نظام عدل کے قائم کرنے، احکامِ الٰہی کے پہنچانے اور جملہ اقوام وملل کے لئے خیر و بھلائی کا نمونہ، تقویٰ و ہدایت کا امام و پیشوا بننے کے لئے بخشا گیا ہو۔ جس کا فریضۂ منصبی ہی دعوت الیٰ الخیر، رہنمائی خلق، اشاعتِ احکام، اقامتِ دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو جس کا وظیفہ بنی آدم کے قلوب کا تصفیہ وتزکیہ، اخلاقِ عالیہ کی حفاظت اور الٰہی رنگ کا عالم میں نکھارنا ہو۔ کس طرح غفلت وقعود (بیٹھ جانا)، عزلت ورہبانیت کی زندگی گزار سکتی ہے؟ اس منصبِ رفیع اور مقاصد وفرائضِ عظیمہ کا تقاضہ اور لازمہ ہی دعوت وتبلیغ، جہد وجہاد اور اقامت دین کے متعلق جملہ امور کی کوشش ٹھہرتا ہے وہ تخت پر ہو یا بوریائے فقر پر، ہر حال و ہر حالت میں ہر مقام و ہر وقت وہ داعی امت ہے اور اشاعتِ حق واقامتِ دین کی کوشش میں مشغول ومصروف۔ چنانچہ اس کا صحیفۂ آسمانی دعوت وجہد فی اللہ کے نغموں سے پُر ہے۔ بقول علامہ ابن تیمیہ کے:

”وا لقرآن مقصوده بيان الحق و دعوة العباداليه“

(کتاب الرد علی المنطقین ص ۴۶۸)

ترجمہ:۔ (قرآن کا مقصود حق کا بیان اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے)

پیغمبرِ اسلام ﷺ کا نمونہ سراپا دعوت اور انما بعثنی الله مبلّغا (ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مبلغ مقرر کیا ہوا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۶۶) کا عملی بیان ہے۔ صحابہ کرامؓ اور صلحائے امت کا اسوہ اسی منصب جلیل کے بقاو قیام کی جدوجہد کا عالیشان منظر ومظہر ہے۔ اسلام کا دینی ذخیرۂ کتب اور عملی دفاتر اس عظیم ذمہ داری کے احکام وہدایت سے روشن ہیں۔ اس بناء پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر، دعوت الی اللہ اور جہاد بالقرآن کا جو اہتمام واہمیت اس امت میں رہی ہے اس کی نظیر دوسری اقوام وملل میں مفقود

ہے۔قرآن کریم نے دعوت بالقرآن کو جہاد کبیر قرار دیا ہے ارشاد ہے۔

**" فلا تطع الکفرین و جاھد ھم به جهاد کبیرا " (فرقان ۔۵۲)**

ترجمہ:۔ (تو کافروں کا کہنا نہ مان اور بذریعہ قرآن تو ان سے جہاد کر بڑا جہاد)

امام ابوبکر حصاص رازی حنفی نے اس پر قابلِ دید بحث کی ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اس جہد و جہد کے متعلق امام موصوف ارقام فرماتے ہیں :

**"لیس بعد الایمان باللّٰہ ورسوله فرض آکد ولا اولیٰ بالا یجاب من الجهاد و ذلک انه بالجهاد یمکن اظهار الاسلام و ادآء الفرائض وفی ترک الجهاد غلبة العدو و دروس الدین وذهاب الاسلام "** (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کوئی فرض اتنا مؤکد اور وجوب میں اولیٰ نہیں جس قدر جہاد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا ظہور و غلبہ اور فرائض کی ادائیگی (دین کے فروغ و اعلاء کلمۃ اللہ کی محنت) جہاد پر ہی موقوف ہے اور اس (دینی محنت) و جہاد کے ترک کا لازمی نتیجہ دشمن کا غلبہ، دین کا مٹنا اور اسلام کا رخصت ہو جانا ہے۔) یہاں یہ بات عرض کر دینی مناسب ہوگی کہ ایرانی جرنیل کے اس سوال کے جواب میں کہ دین حق کیا ہے؟ " اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ایمان اور ماجاء بہ النبی ﷺ کے اقرار کے بعد مغیرہ بن شعبہؓ نے بھی دعوت کی کوشش ہی کو اسلام کا بنیادی عمل قرار دیا تھا۔ان کے الفاظ ہیں: **" و اخراج العباد من عبادة العباد الیٰ عبادة اللّٰہ "**

ترجمہ:۔شہادتین اور جو کچھ رسول ﷺ لیکر آئے ہیں اس کے بعد سب سے اچھا عمل لوگوں کو مخلوق کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کرنا ہے۔

## دعوت اور امر با لمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت:

امام غزالیؒ نے کیا خوب لکھا ہے:**" فان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر هوا لقطب الاعظم فی الدین وهو المهم ابعث اللّٰہ له النبیین اجمعین و لوطوی بساطه و اهمل عمله وعمله لعطّلت النبوة و اضمحلت الدیانة وعمت الفترة وفشت الضلالة و شاعت الجهالة و استری الفساد واتسع المخرق وخربت البلاد و هلک البلاد**

ولم یشعروا بالھلاک الایوم التناد'' (احیاء العلوم ج۲ ص ۳۰۲)

ترجمہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا مدارِ اعظم ہے۔ یہی وہ مہم (اہم) مقصد ہے جس کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا۔ اگر اس کی بساط الٹ جائے اور اس کے علم و عمل سے غفلت برتی جائے تو نبوت ہی معطل و بے کار ہو جائے، دین مضمحل ہو جائے اور سستی و گمراہی عام ہو جائے اور جہالت پھیل جائے، فساد چھا جائے، بربادی وسعت اختیار کرے، ملک برباد اور مخلوق ہلاک ہو جائے اور اس تباہی کا احساس بھی اتنا مر جائے کہ قیامت تک نہ ہو۔

امت کی منصبی ذمہ داریوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کو بھی دین کی نصرت کے ساتھ مشروط کر دیا ہے اور دین کی نصرت کرنے والوں کو اپنی مدد کا پختہ یقین دلایا ہے ارشاد ہے

''یا یھا الذین امنو ان تنصرو االلّٰہ ینصر کم و یثبت اقدامکم '' (محمد ۔۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جما دے گا تمہارے پاؤں۔

'' ولینصر ن اللّٰہ من ینصرہ ا ن اللّٰہ لقوی عزیز '' (الحج۔۴۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مدد کرے گا اس کی جو اس کے (دین کی) مدد کریگا بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہی زور والا۔

اس بنا پر جب امت اپنے فریضہ امر بالمعروف و نہی عن لمنکر میں غفلت برتے گی تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے (مدد کی) دعائیں مانگے گی وہ بھی قبول نہیں ہوگی۔ ارشاد نبوی ہے۔ ''مرو ابالمعروف و انھوا عن المنکر قبل ان تدعو االلّٰہ فلا یستجیب لکم وقبل ان تستغفروہ فلا یغفر لکم '' (کنز العمال ج ۲ ص ۴۴۶ بحوالہ احمد عن ابن عمر)

ترجمہ: نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو پیشتر اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو اور پیشتر اس کے کہ اس سے مغفرت مانگو اور تمہیں بخشا نہ جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، '' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر جلد عذاب بھیجے گا۔ پھر

تم دعا کرو گے وہ بھی قبول نہیں ہوگی (مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف بحوالہ ترمذی) اس قسم کی متعدد روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی یہی اہمیت ہے جو مسلمانوں کو سلطنت وحکومت میں بھی اس فریضہ کی ادائیگی سے غافل نہیں رکھتی بلکہ مسلمانوں کو اگر **تمکن فی الارض** (حکومت) بخشا جاتا ہے تو وہ شخصی واجتماعی اوامر الٰہیہ کو نافذ اور عام کرنے کے لئے ہی عطا ہوتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

**''الذین ان مکنھم فی الا رض اقاموا الصلوٰۃ وا تو لزکوٰۃ وامر و بالمعروف ونھو عن المنکر ط و للّٰہ عاقبۃ الامور''** (الحج۔۴۱)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا۔

غرض امت کی جان دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ امت میں جس قدر ان اعمال کی پابندی ہوگی، دنیوی واخروی فوز وکامرانی سے سرفراز ہوگی، اور جس قدر ان اعمال میں کوتاہی واقع ہوگی، امت زوال واضمحلال میں مبتلا ہوگی۔ دین کی نصرت پر اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر قبول ہدایت کے لئے دروازے مفتوح ہوتے ہیں اور افراد واقوام دین میں داخل ہوتی ہیں۔ ارشاد الٰہی '' **اذا جآء نصر اللّٰہ والفح ورایت الناس ید خلون فی دین اللّٰہ افواجا** '' سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ جس کی مؤیّد بے شمار آیتیں اور احادیث ہیں۔

## امت کا خصوصی طرزِ تربیت:

گزر چکا کہ یہ خیر الامم ایک داعی امت ہے جو تمام عالم کے انسانوں کی طرف جملہ انبیاء اور خصوصًا خاتم النبیین ﷺ کی نیابت میں ہدایت اور دین ربانی کی دعوت واشاعت کے لئے مبعوث کی گئی ہے۔ منصب نبوت ورسالت وخصائص نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اس امت کو انبیاء علیہم السلام کے مماثل فضائل وکمالات، خصائل ومزایا سے سرفراز کیا گیا ہے۔ (چنانچہ اس مشابہت کی روایات کنز العمال وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ (دیکھو ص ۲۳۳، ۲۳۴ ج ۶) چنانچہ اس امت کو من حیث الامۃ صلاح شخصی، تربیت ذاتی ونفسی اور دعوتِ خلق واصلاح بنی آدم کا وہ جامع ومانع نظام ہدایت وتربیت عطا فرمایا گیا جو

انبیاء علیہم السلام کے طُرقِ تربیت و دعوت سے مشابہت رکھتا ہے، جو فرد و جماعت کی اصلاح و فلاح تربیت و ترقی کا بیک وقت کفیل ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کا فریضہ منصبی دعوت و تبلیغ تھا۔ ان کی حیات اشاعتِ دین و ترویج احکام کی کوشش کا دوسرا نام ہے۔ وہ اپنے وظائف زندگی کے ساتھ اپنے شخصی و نجی عبدیت و عبودیت والے اعمال کے پابند رہتے تھے۔ گو امت کے لئے یہ اعمال بھی دین کے قابلِ اتباع احکام کا حکم رکھتے تھے۔ بہر حال ان کی ناسوتی زندگی میں ان کی ترقیات خصائص نبوت و موہباتِ خاصہ کے علاوہ دعوت اور دینی جہد و محنت کے ساتھ وابستہ ہوتی تھیں اور دعوت کے پہلو بہ پہلو ان کی شخصی زندگی کے فرائض کی تکمیل ہوتی تھی۔ اب جب کہ امت محمدیہ مرحومہ انبیاء علیہم السلام کی نائب بن کر آ گئی ہے اسے بھی تربیت و اصلاح کا ایسا دستور بخشا گیا جس میں امت کے اجتماعی و انفرادی فرائض و اعمال میں دوئی و غیریت نہیں رہی، بلکہ دونوں قسم کے احکام توام اور ایک دوسرے کے بیک وقت معین و مددگار ہیں۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ امت کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل اور دعوت الی الخیر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کے افراد کی شخصی تربیت و اصلاح ، روحانی ترقی و معاشی ضروریات کا بھی سامان ہو سکے۔ چنانچہ امتِ مبعوثہ کو وہ طریقہ حیات عطا فرمایا گیا۔ جس میں وہ دعوت و تبلیغ کے فرائض منصبی کو ادا کرتے ہوئے اپنے شخصی و ذاتی اعمال میں مشغول ہو اور اجتماعی و انفرادی کسی حیثیت میں دعوت و تبلیغ کو ثانوی درجہ نہ دے۔ اجتماعی حیثیت سے دعوت کی اولیت و مقصودیت آیۃ

**”کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون باالله“** (آل عمران۔۱۱۰)

ترجمہ : (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو، اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) پر غور کرنے سے اور انفرادی حیثیت سے آیۃ **”و من احسن قولا ممن دعا الی الله و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین“** (حٰم سجدہ۔۳۳) ترجمہ: (اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جس نے بلایا اللہ کی طرف اور کیا نیک کام اور کہا میں حکمبردار ہوں) پر تدبر سے سب سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اس امت اور اس کے افراد کی تربیت و ترقیات کا میدان ذاتی اعمال کی اصلاح کے ساتھ دعوت کی راہ میں جہد و محنت کو

قرار دیا گیا اور یہ اس امت کا امتیاز اور خاصہ ہے ورنہ امم سابقہ کے افراد کی محنتیں اپنی ذاتی نجات کی ہی کوشش پر عموماً موقوف ہوتی تھیں اور وہ اپنے ذاتی اعمال کی بجا آوری کے بقدر ترقیات پر فائز ہوتے تھے۔ خیر الامم (جو اقوام عالم کی طرف مبعوث ہے) کو پوری امت وانسانیت کی اصلاح وفلاح کا نصب العین و فکر عطا فرما کر پوری انسانیت کی نجات کے لئے سعی ومحنت کرنے والا بنایا گیا۔

ع
مسلمانی غمے دردل خریدن — چوں سیماب ازتپ یاراں تپیدن
حضور ملّت ازخود درگزشتن — دگر بانگ انا لملت کشیدن

ترجمہ: مسلمانی تو دل میں غم خریدنا ہے اور پارے کی طرح دوستوں کی تکالیف کو اپنے اوپر لینا ہے۔ ملت کے لئے اپنی سوچ اور مفاد کو چھوڑتے ہوئے یہ نعرہ لگانا ہے کہ میں ملت ہوں۔

اب اس امت کے افراد ذاتی اصلاح کی فکر وکوشش کے ساتھ جس قدر اخلاص ومنہاج نبوی ؐ کے مطابق دعوت الی اللہ اور دین کی اشاعت میں سرگرم ہوں گے، ان کے باطنی جواہر چمکیں گے، ملکات قدسیہ نکھریں گے، نصرت الٰہی اور فیوض نبویہؐ سے مالا مال ہوں گے اور ذاتی وملی صلاح واصلاح کی دوگونہ کوشش ان کے دینی ودنیوی درجات کو بلند کریگی۔ غرض حکمتِ الٰہی نے امتِ مسلمہ کی تربیت واصلاح کا وہ طریقہ منتخب فرمایا۔ جو معاً اس کے شخصی واجتماعی، ذاتی وملی مقاصد کے پورا ہونے اور فرد وجماعت دونوں کی اصلاحِ تام پر حاوی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

''والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللّٰہ ورسولہ ط اولٰئک سیرحمھم اللّٰہ ان اللّٰہ عزیز حکیم '' (التوبہ۔۷۱)

ترجمہ: ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

یہاں امت کے فریضہ منصبی امر بامعروف اور نہی عن المنکر کو مقدم بیان فرما کر اس کے اعمال شخصیہ نماز زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول ﷺ کا اس کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ مومنین اپنی ملی ذمہ داری کو اپنی ذاتی اصلاح والے اعمال کے ساتھ برابر ادا کرتے رہتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ ان کے فرائض منصبی سے غفلت ہو جائے یا وہ اپنی ذاتی اصلاح میں کوتاہی برتنے لگیں۔ سورۃ العصر میں بھی انہیں لوگوں کو دائمی خسارہ ونقصان سے مامون قرار دیا ہے جو ایمان واعمال صالحہ (شخصی اعمال) اور تواصی بالحق و تواصی بالصبر (اجتماعی اعمال) کے جامع ہیں۔ اس بنا پر پوری امت پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو فرض قرار دیا۔ جیسا کہ نصوص کثیرہ سے ثابت ہے۔ امام رازی وعلامہ بغوی اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں: " **ان اللہ اوجب الامر باالمعروف ونھی عن المنکر علی کل الامۃ فی قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ** (الیٰ آخر) " ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر تمام امت پر اپنے قول " **کنتم خیر امۃ** " کے مطابق واجب قرار دیا ہے۔ حضرت ابوسعید الخذری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " **من رائ منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان** " (صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۵۱، معالم بغوی ج ۱ ص ۳۳۴)

ترجمہ: (تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے، اسے ہاتھ سے بدلے (روک دے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل (کی ہمت وتوجہ سے) اسے بدلنے اور دور کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ آخری بات ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

احمد ومسلم کی اس قسم کی ایک اور روایت میں ہے: " **ومن جاھد ھم بقلبہ فھو مؤمن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل** " (کنزالاعمال ج ۲ ص ۱۷۰ براویت ابن مسعود)

ترجمہ: جس نے ان برائی کرنے والوں سے سب سے آخری درجہ میں (دل کی ہمت وتوجہ سے) جہاد ومحنت کی (کہ وہ برائی دور ہو جائے) تو وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا (وجود یا درجہ) نہیں) حافظ ابن کثیر نے اس حدیث سے امت کے ہر فرد پر اس کی طاقت کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ثابت کیا ہے) (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۰)

(جاری ہے)

# بیان (۲۰۰۸-۱۱-۱۸)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

**نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الکریم** ! انسان کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد اس کی نجاتِ آخرت کیلئے تیاری ہے اواس کے لئے کام ترتیب سے کرنا ہے یہ عام طور پر علماء کتابوں میں بھی لکھتے ہیں۔ علمی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں **الاھم فالاھم** ۔سب سے پہلے اہم چیز کو پہلے کیا جائے گا اس کے بعد جو اہم چیز ہے اُس کو بعد میں کیا جائے گا۔ اور **الاھم فالاھم** میں دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ یہ ایک منطقی ترتیب ہے کہ اس طرح اگر آپ کریں گے تو بات آسان ہو جائے گی۔ اس طرح نہ کریں تو مشکل ہو جائے گی۔ ترتیب پر آدمی کرے تو بات آسان ہو جاتی ہے۔ کسی کام کی ترتیب آدمی نے سیکھی ہو اس کیلئے آسان ہے کسی کو ترتیب نہ آتی ہو زور لگائے گا کوشش کرے گا اس سے نہیں ہو سکے گی۔ کسی آدمی کو گُر آتا ہو کسی کام کا وہ فوراً کر لے گا جس کو گُر نہ آتا ہو طریقہ کار نہ آتا ہو اس کو بہت تکلیف ہوگی۔ تو اس لئے کسی مقصد کے حصول کیلئے جو بھی ترتیب ہو وہ ضروری بھی ہوتی ہے اور کامیاب بھی۔ اب اگر توحید نہ ہو تو نماز پڑھنے کا فائدہ نہیں ہے۔ توحید نہیں ہے تو نماز کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ نماز توحید کے بغیر قبول نہیں ہے۔ تو لہٰذا **الاھم** باتوں میں سب سے پہلی بات توحید کو زندہ کرنا ہے۔ انبیاء علیھم السلام آتے ہی دعوتِ توحید کو شروع کرتے ہیں۔ توحید کی دعوت زندہ نہ ہو تو باقی اعمال کی بنیاد ہی نہیں پڑ سکتی۔ جس آدمی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعارف نہ ہو اللہ تعالیٰ کی پہچان نہ ہو، اس کی قدرت، کبریائی کی معلومات نہ ہوں، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا رعب اور دبدبہ قائم نہ ہو تو احکامات پر کیسے آئے گا۔ آج میں کالج گیا تو ہمارا ڈاکٹر صاحب ایک سوال کر رہا تھا ۔ڈاکٹر صاحب یہ چاروں طرف کیا ہو رہا اور کیوں ہو رہا ہے؟ میں نے بھی دل میں کہا یا اللہ کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے، ہمیں کیا پتہ ہے کوئی ہم سے مشورہ کرتا ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا، یا وہ جو کام کر رہا ہے ہمیں کچھ بتایا ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا۔ میں نے کہا نہ کرنے والے ہمیں بتاتے ہیں اور نہ ہم سے

مشورہ کرتے ہیں تو ہمیں کیا معلومات ہیں ان کے بارے میں جو ہوتا ہے سو ہوتا ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ ایک عامی آدمی کے تبصرے کے طور پر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بہت مضبوط آدمی آ جائے اور کہہ دے کہ ایک تو ہے اور ایک تیرا بھائی ہے، اس کو بھی قتل کرتا ہوں تجھے بھی قتل کرتا ہوں اگر تو اس کے قتل کرنے میں میرا ساتھ دیتا ہے تو تجھے چھوڑتا ہوں میں نے کہا وہ بات ہوئی ہوئی ہے۔ کافر نے ڈنڈا دِکھایا ہوا ہے مسلمان کو۔ ایک کو کہتا ہے دوسرے کے قتل میں میرا ساتھ دو تجھے چھوڑ دوں گا۔ ایک دفعہ یونیورسٹی ماڈل سکول میں اردو کی ایک عیسائی استانی تھی، اس نے بچیوں سے کہا کہ آپ اپنی اپنی پسند کی ایک ایک کہانی لکھ کر لائیں۔ میں نے اپنی بچی کو ایک کہانی لکھ کر دے دی اور وہ کہانی اول نمبر پر آئی اور اس کو بہت سراہا گیا۔ سب حیران تھے کہ یہ کہانی کیسے تھی؟ تو میں نے بتایا کہ دراصل یہ حضرت علیؓ کی بیان کردہ کہانی ہے ہم نے وہ آپ کو لکھ کر دے دی تو مقابلے میں جب ایک طرف حضرت علیؓ ہوں تو ظاہر ہے انہوں نے ہی جیتنا ہے۔ وہ کہانی ایسی ہے کہ ایک جنگل میں تین گائیاں رہتی تھی اور ایک اس میں رہتا تھا شیر۔ شیر جب بھی آتا ان پر حملہ کرتا وہ تینوں مل کر اس کا مقابلہ کرتیں کوئی آگے سے سینگ مارتی کوئی اُس طرف سے کوئی اِس طرف سے اس کو بھگا دیتیں۔ شیر نے بہت دفعہ کوششیں کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ تو اس کو غور کرنا پڑا، سوچنا پڑا اس کا تھنک ٹینک کام کرنے لگا۔ آخر اس نے ایک ترکیب نکالی۔ ایک دن اس نے علیحدگی میں جا کر کالی گائے سے ملاقات کی اس سے کہا دیکھ تو کتنی خوبصورت ہے کتنی سجیلی ہے، سینگ تیرے کتنے نوکیلے ہیں اور تو کتنی اچھی ہے میں تو بہت متاثر ہوں تجھے بہت پسند کرتا ہوں۔ میں تو تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا یہ جو تمہارے ساتھ دوسری ہے نا تو اگر چھوڑے تو میں اس کو پھاڑ کھاؤں۔ اُس نے کرتے کرتے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اُس دوسری کے خلاف اس نے اس کو تیار کر لیا۔ تو ایک دن وہ آیا اس نے پھاڑ کھایا جب دورہ گئیں تو دو بھی مقابلہ کرتی تھیں۔ تو اس نے پھر ایک سے علیحدہ ملاقات کی۔ اس سے کہا رنگ تیرا بھڑکیلا ہے، سینگ تیرے سجیلے ہیں اور شکل تیری کتنی

پیاری ہے، اس کی تعریفیں بیان کر دیں۔ تجھے تو میں کچھ نہیں کہتا۔ تو دوسری کا ساتھ نہ دے تو میں اُس کو کھا جاؤں۔ پھر اس کا گوشت ختم ہوا تیسری کا نمبر آیا اُس کو کھانے کیلئے آیا تو اس نے کہا تم مجھ پر حملہ کرتے ہو؟ شیر نے کہا ہاں۔ اس نے کہا ٹھہرو! مجھے ایک آواز جنگل میں لگانے دو اس نے جنگل میں آواز لگائی اے جنگل والو! سارے سن لو میں آج نہیں کھائی جا رہی میں اس دن کھائی گئی جس دن میری پہلی ساتھی کو پھاڑ کھایا تھا اگر میں نے اُس کا ساتھ نہ چھوڑا ہوتا تو آج مجھ پر یہ مصیبت نہ آتی۔ سبحان اللہ! تو خیر یہ بات اچانک سامنے آ گئی۔ بات یہ کہہ رہے تھے توحید سے بات یہاں تک کیسے مڑی تھی جی۔ وہ ترتیب کو بیان کرنے کا ارادہ تھا جیسے آجکل کے حالات ہیں۔ مسئلہ یہ ہے آج کے حالات وہ سمجھے جس سے مشورہ لیا گیا وہ سمجھے گا جو کرتا ہے ہم تو آپ کو ایک موٹی سی بات کہتے ہیں تو دراصل انبیاءؑ بات توحید سے شروع کرتے ہیں کہ اس کو زندہ کرنے کے بعد آگے گاڑی چلتی ہے بنیاد بنتی ہے پھر اس کے اوپر عمارت بنتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یقین کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یقین درست کرنے کیلئے پہلی دعوت **لا الہ الا اللّٰہ** کی ہے، نہیں کوئی معبود سوائے اللہ۔ معبود کسے کہتے ہیں؟ جس کی انتہائی عظمت کی وجہ سے اس کے آگے انتہائی ذلت اختیار کی جائے، انتہائی عاجزی اختیار کی جائے۔ انتہائی عاجزی کب آدمی اختیار کرتا ہے؟ جب اس کی انتہائی محتاجی ہوتی ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے میرے سارے منافع یہاں سے ملنے ہیں، سارے نقصانات سے بچنے کے یہاں پر حالات ہیں۔ میں اسی جگہ پھنسا ہوں یہیں میری محتاجی ہے، یہیں میری ضرورت پوری ہونی ہے۔ یہیں سے میرے سارے کاموں کا بننا ہے یہیں سے سارا بگاڑ آ سکتا ہے، لہٰذا وہاں پر وابستگی آدمی اختیار کرتا ہے۔ وابستگی کے لئے آدمی کوششیں کرتا ہے، خوشامدیں کرتا ہے۔ اس لئے دعوتِ توحید میں جس بات کو اختیار کیا گیا ہے وہ الوہیت ہے۔ ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ عربی کے پروفیسر تھے فرماتے تھے کہ عبد کا مطلب بندہ ہونا اور غلام ہونا۔ غلام کیا ہے؟ کہ ایک آدمی نے اس کو خرید ا ہوا ہے جس کی اپنی کوئی مرضی ہی نہیں ہے۔ بھیڑ

بکری کی طرح دوسرے آدمی کے ہاتھ بیچ سکتا ہے۔ گویا انتہائی عظمت کی وجہ سے اس کے آگے انتہائی عاجزی اور ذلت اختیار کی جاتی ہے۔ جب تک آدمی اس بات کو نہیں سمجھتا تو اس کا دوزخ سے نکلنا اور جنت کا داخلہ نہیں ہے۔ شرک کا اخراج نہیں ہے قلب سے اور توحید قلب میں نہیں ہے تو اس کے پاس اگر اعمال کے انبار ہوں اس کا دوزخ سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نہیں ہے۔ لہٰذا سب سے بنیادی مقصد آدمی کا نجاتِ آخرت ہے۔ نجاتِ آخرت کیلئے بنیادی بات توحید کی ہے۔ توحید تو امت کے پاس ہے نہیں ہے قتال کیسے کر سکے، اسلامی نظامِ حکومت کیسے قائم کر سکے کہ پہلی بات ہی اس کے پاس نہیں ہے۔ نماز تو اس کے پاس ہے نہیں ہے وہ قتال کیا کر سکے گی؟ توحید اور نماز یہ تو لازم و ملزوم ہے کہ اس کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں ہے۔ کلمۂ توحید اس کو لینا اس کے بعد نماز ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن ہم جہاد نہیں کریں گے، فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر ان کو اور ہمت ہوئی کہا یا رسول اللہؐ! ہم اسلام قبول کریں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس کو بھی قبول کر لیا، اور آگے بڑھے کہ یا رسول اللہؐ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہیں ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سمجھوتہ (Compromise) نہیں کیا۔ تو نماز کے مسئلے میں آپ نے سمجھوتا نہیں کیا ہے کہ اس دین میں خیر نہیں ہے جس میں نماز نہیں ہے اب آپ بتائیں کہ کتنے مسلمان بھائی پانچ وقت کی نماز کے پابند ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے لکھا ہوا ہے کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا ہے اس کو اگر آپ نے قرض دیا اور اس نے واپس نہیں کیا تو اس میں اس کا قصور نہیں ہے آپ کا قصور ہے کیونکہ جو آدمی اللہ کا حق ادا نہیں کرتا تو اس نے اگر آپ کا حق مار لیا ہے تو کیا ہوا۔ سبحان اللہ! پچھلی ہماری حکومت تھی مولوی صاحبان کی تو اس میں انہوں نے ایک آدمی کو بہت بڑی پوسٹ دی۔ اُن کے ایک وزیر سے اچانک میری ملاقات ہو گئی میں نے کہا اللہ کے بندے پوسٹ پر آدمی کو لاتے ہوئے اتنا تو خیال کیا

کرو کہ آدمی نماز تو پڑھتا ہو جب کہ اسلامی نظام کیلئے یہ لازمی بات ہے کہ جو آدمی مسجد میں آ کر جماعت کی نماز نہ پڑھتا ہو اس کوئی پوسٹ نہیں دی جائے گی کیونکہ مسلمانوں کی فہرست میں ہی نہیں ہے۔ فتویٰ جدا بات ہے فتویٰ اس پر نہیں لگ سکتا لیکن عملی لحاظ سے مسلمانوں کی فہرست میں نہیں ہے اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ تو انہوں نے کہا نماز پر سمجھوتا نہیں ہوگا جس دین میں کوئی سجدہ نہیں ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے انہوں نے کہا چلیں جی نماز ہم پڑھیں گے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن ہم بتوں کو نہیں توڑیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بت تو توڑنے پڑیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا اگر بتوں کو توڑنا ہے تو آپ کے آدمی آ کر توڑیں کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ بتوں کو توڑ کر کہیں ہم غرق نہ ہو جائیں، تباہ نہ ہو جائیں۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو طائف کے بتوں کو توڑنے کیلئے بھیجا۔ صحابہ کرامؓ بتوں کو توڑ رہے تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ غرق تو نہیں ہو جائیں گے۔ انہوں نے بت توڑے سارے پتھر زمین پر گرے۔ تب انہوں نے دیکھا کچھ بھی نہیں ہوا تب اُن ایمان کا پکا ہوا۔ سب سے پہلی بات توحید اور نماز کا زندہ کرنا ہے جو کم از کم نجاتِ آخرت کے لئے ضروری بات ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ ساری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور مسلمان عمل والا نہ ہو اور دوزخ کو جا رہا ہو تو فائدہ کیا ہوا۔ ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور میں عمل نہیں کر رہا ہوں تو مجھے کیا فائدہ ہوا۔ نائجیریا میں کچھ عیسائی مسلمان ہوئے تھے، کچھ دن اسلام پر رہے پھر ان کا دل نہیں لگا۔ انہوں نے کہا ہمیں مزہ نہیں آیا ہم چھوڑ رہے ہیں۔ وہاں کے تبلیغ والے حضرات نے بڑا سمجھایا آخر میں ایک بات ان سے کہی کہ آپ تھوڑے دن صبر کریں ہندوستان سے ہمارے بزرگ آ رہے ان سے ملاقات کریں۔ پھر آپ جو فیصلہ کرتے ہیں کر لیں۔ اس وقت ہمارے حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ زندہ تھے، وہ تشریف لے گئے۔ اُن لوگوں کی ملاقات کروائی گئی ان سے انہوں نے کہا جی ہم نے تو اسلام قبول کیا تھا لیکن مسلمانوں کو دیکھ کر ہماری تسلی نہی ہوئی لہٰذا ہم واپس ہو رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو فہم و

فراست عطا فرمائی ہوئی ہوتی ہے حضرتؒ نے فرمایا اگر چاروں طرف اسلام پھیل جائے، ساری دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو جائے، آپ کو پھر بھی تسلی نہیں ہوگی۔ ایک طریقہ سے تسلی آپ کو ہوسکتی ہے وہ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ کسی میں بھی اسلام نہ ہو، مسلمانوں میں بھی نہ ہو لیکن آپ اس کو سیکھ لیں اس پر عمل کرلیں، جب آپ خود عمل والے ہوگئے تو آپ کو تسلی ہو جائے گی۔ کوئی کرتا ہے نہیں کرتا ہے آپ شروع کر دیں۔ وہ آدمی سمجھدار تھے کہنے لگے بس ہم آپ کی بات سمجھ گئے۔ ہم ایک دفعہ جماعت میں گئے ہوئے تھے پاڑہ چنار کے علاقے میں۔ وہاں میں نے بیان کیا، بیان کرنے کے بعد میں نے کہا لکھواؤ نام تو ایک نوجوان کھڑا ہوا کوئی اکیس بائیس سال اس کی عمر تھی، خوب جلا ہوا تھا۔ اس نے کہا نام کس لئے لکھائیں؟ ایک لڑکی کا ایک دو لاکھ روپے دے کر رشتہ دیتے ہیں۔ یہ تمہارے تبلیغ والے بھی ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کہا برخوردار اچھی بات نہیں ہے کہ پیسے لے کر رشتہ دیتے ہیں ہم کیا کہیں اس کے بارے میں لیکن آخر کوئی تو شروع کرے نا اس بات کو، تم نام لکھواؤ، تم دین کو سیکھو تم یہ بات نہ کرنا۔ تو وہ ایسے دیکھتا رہا پھر کہا کہ لکھو جی دس دن میرے۔ ساری دنیا میں دین پھیل جائے مجھے حاصل نہ ہوا تو فائدہ کیا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆

## اطلاع

الحمد لِلّٰہ ! سیدی و مرشدی حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ کی توجہ اور دعاؤں اور امین صاحب کی کوششوں سے سلسلے کا ویب سائیٹ تیار ہو گیا ہے۔ ویب سائیٹ پر آپ غزالی کے تازہ اور پرانے شمارے اور سلسلے کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔ نیز حضرت کے بیانات بھی سن سکتے ہیں۔ ویب سائیٹ یہ ہے۔

**www.darwaish.org**

# شیخ محی الدینؒ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ)

بندہ کے مہربان دوست پروفیسر عالم خان صاحب، بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے خاص تربیت یافتہ ساتھی ہیں۔ امریکہ کے پی ایچ ڈی ہیں۔ اُن چند حضرات میں سے ہیں جنہوں نے امریکہ کی فضا میں ایک مکمل نمائندہ اسلامی زندگی گزاری۔ وہاں کی فضا کو متاثر کیا اور کچھ لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخلے کا ذریعہ بنے۔ وہاں کے قیام میں انہوں نے جو مشاہدات کئے اور جو حالات سنائے، ان میں باوا محی الدین صاحبؒ کے حالات بہت ہی عجیب ہیں۔ باوا صاحبؒ سری لنکا کے رہنے والے تھے اور تصوف کے سلسلہ نقشبندیہ کے کامل شیخ تھے۔ سری لنکا کا ایک آدمی یوسف نامی امریکہ میں تصوف پر پی ایچ ڈی کر رہا تھا۔ جب آخری امتحان منعقد ہونا طے ہوا تو یوسف نے اپنا تحقیقی مقالہ (Thesis) پیش کیا۔ تصوف چونکہ نظری (Theoritical) سے زیادہ عملی (Practical) چیز ہے۔ اس لئے اپنے نظریات کے عملی ثبوت کے لئے وہ باوا محی الدینؒ کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں پیش کرنے کے لئے امریکہ لے گئے۔ نقشبندیہ حضرات کی توجہ کرنے کی مہارت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ سامنے آنے والوں کو ایسے اثرات محسوس کروا دیتے ہیں کہ ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اس کا امتحان ہو گیا۔ امتحان کے بعد یوسف کا خیال ہوا کہ باوا صاحبؒ کو ایک تصوف کے نمونے کی چیز (Show piece) کے طور پر مختلف ماحولوں میں پیش کرے اور اس کی ایک ترتیب بنالے۔ لیکن باوا صاحبؒ جو ایک مردِ کامل تھے، انہوں نے اس طرح کے شہرت کے پروگراموں کو پسند نہ کیا۔ یوسف کا اور باوا صاحبؒ کا اختلاف کافی بڑھ گیا۔ یوسف نے کہا کہ تمہارا تو سارا دارومدار مجھ پر ہے، میں اگر تمہیں چھوڑ دوں تو یہاں وقت بھی گزار نہ سکو گے۔ باوا صاحبؒ جو صحیح معنوں میں اللہ والے تھے، صوفیاء کے توکل کے مطابق ان کو اس کا کوئی خوف نہ ہوا۔ یوسف باوا صاحبؒ کا ایک جنگل میں اکیلے چھوڑ کر آ گیا۔ باوا صاحبؒ اللہ کے آسرے پر ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سیر کے لئے کچھ لڑکیاں اس طرف آنکلیں۔ انہوں

نے ایک اجنبی آدمی جس کا حلیہ بھی اجنبی ہے دیکھا۔ حیرت زدہ ہوئیں، انہوں نے آپس میں کہا کہ اس بندے کو ہم گھر لے جاتے ہیں اور اپنے گھر میں اس طرح رکھیں گے جیسے لوگ Pets رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ پرندوں، جانوروں کو اپنے ہاں پالتے ہیں، ان پالتو جانوروں کو Pets کہتے ہیں۔ گھر لے گئیں۔ باوا صاحبؒ نے اشاروں وغیرہ سے سمجھا دیا کہ وہ سبزی غلے وغیرہ کھا سکتے ہیں، گوشت نہیں کھا سکتے۔ اس طرح ان کے لئے سبزی خور (Vegeterian) غذا کا بندوبست کر لیا گیا۔ اللہ والوں کی زندگی میں کشش ہوتی ہے۔ ان کی زندگی کو دیکھ کر یہ لڑکیاں بہت متاثر ہوئیں۔ اور ان کو شوق ہوا کہ اس شخصیت کی باتیں سنیں۔ اس کے لئے سری لنکا کے کسی آدمی کا بندوبست کیا جو ان کی باتوں کا ترجمہ کر سکے۔ ترجمان ملا۔ اس نے ان کی باتوں کو ترجمہ کیا۔ انہوں نے انسانیت، انسانی صفات اور ان صفات کی بنیادوں پر جو انسان کی کامیابیاں بیان کیں تو سننے والے تو مسحور ہو گئے اور ان کے دلوں نے مان لیا کہ باوا صاحبؒ جس حق، انصاف، صلح، ہمدردی، خیر خواہی، عاجزی اور نرم خوئی کی دعوت دے رہے ہیں، واقعی اگر انسان کو حاصل ہو جائیں تو اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ ان لڑکیوں نے دوسرے لوگوں کو باوا صاحبؒ کے ساتھ ملانا شروع کیا۔ لڑکیاں لڑکے آتے تھے اور اس امن پسند، صلح جو اور خدمتِ خلق والی سوسائٹی میں شامل ہو رہے تھے۔ باوا صاحبؒ نے ان کے لباس، ان کی عورتوں کی سکرٹس (آدھے جانگئے)، ان کے آپس میں مرد عورت کے تعلقات کسی کو نہیں چھیڑا۔ ایک سبزی خور (Vegeterian) ہونے کی پابندی اور ایک انسانی صفات کو حاصل کرنا، ان دو باتوں پر زور رہا۔ اللہ والے کاملین تو فنائے نفس اور فنائے کلی والے لوگ ہوتے ہیں، ان کو حسن جوانی متاثر کر کے بے راہ روی پر نہیں ڈال سکتی۔ کچھ لوگوں نے باوا صاحبؒ کی پوری زندگی کی نقل اُتارنی (Copy) شروع کر دی اور ان کے عبادت وغیرہ میں بھی شامل ہونے لگے۔ باوا صاحبؒ بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے سب متعلقین مردوں عورتوں، لڑکے لڑکیوں کو بہت اداس کر دیا۔ بیماری میں باوا صاحبؒ نے اپنا پیغام لکھایا اور اپنی وصیت اپنے متعلقین کے لئے لکھی۔ اور اس میں یہ بات لکھی کہ جس فلاح اور کامیابی کی میں دعوت دیتا تھا وہ

مکمل طور پر اسلام کے شکل میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔اس لئے سب کو وصیت ہے کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں ۔اسلامی عقائد،عبادات،معاملات،اخلاقیات اور معاشرت کو پورا پورا اختیار کر لیں۔عورتیں شرعی پردہ کرلیں،مسجد میں نماز با جماعت ہو جس میں عورتوں کے کھڑا ہونے کے لئے الگ جگہ ہو،ان کے اور مردوں کے درمیان پردہ ہو۔متعلقین میں سے ایک تہائی نے فوراً بات کو مان لیا۔ایک تہائی چھوڑ کر چلے گئے ۔ایک تہائی نے کچھ دن غور کیا اور انہوں نے بھی مان لیا۔ پروفیسر ڈاکٹر عالم خان صاحب دوبارہ جب ۱۹۸۹ء میں امریکہ پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ کے لئے گئے ۔تو دیکھا کہ ایک شاندار مسجد بنی ہوئی ہے۔تقریباً تین ہزار گورے امریکی جن میں ایک اچھی خاصی تعداد یہودیوں کی بھی تھی مسلمان ہو چکے تھے۔نو مسلم انگریز لڑکیوں کا شرعی حجاب تھا،نماز با جماعت کا بندوبست تھا۔مسجد کے ساتھ عظیم لائبریری تھی جس میں باوا صاحب کی تصنیفات اور کئی کتابیں تھیں ۔ایک کتابوں کا مجموعہ (Set) عالم خان صاحب کو دیا۔واقعی انسان تو گوشت پوست کا نام نہیں بلکہ سوچ،فکر اور صفات کا نام ہے۔

ے آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

ایک بندہ جس کی شخصیت تربیت یافتہ تھی،صفات سے آراستہ تھی ،اس کے اور لوگوں درمیان زبان نہ جاننے کی رکاوٹ آڑے نہیں آئی۔ انسان سے انسان متاثر ہو گیا ۔ جو صفات ان میں تھیں انہوں نے زبان نہ جاننے کے باوجود ہزاروں آدمیوں میں منتقل کر دیں۔آج ان کا دینی مرکز پوری آب و تاب کے ساتھ امریکہ کے شہر فلاڈلفیا میں قائم ہے۔بابا محی الدینؒ کے فلاڈلفیا مرکز کا پانا ویب سائٹ بھی ہے جس پر اُن کے افکار اور تصانیف موجود ہیں۔www.bmf.org

☆☆☆☆☆☆☆

# ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۳۳)

## حُسن تو ذاتِ ذُوالجلال کا ہے جس میں آدمی محو ہو جائے تو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا:

فرمایا کہ تعلق مع اللہ سے آدمی معلومات سے نکل کر محسوسات کی طرف جاتا ہے اور دل، جان، بال، کھال، بدن کا رُواں رُواں اور ہڈی کا گودہ تک ذکر کی تاثیر کو محسوس کرتا ہے۔ صوفیا کی ایک اصطلاح ہے سلطانُ الاذکار۔ حضرت حکیم الامت، مجدد الملت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے لکھا ہے کہ سلطانُ الاذکار یہ ہے کہ سارا بدن اللہ اللہ کرنے لگے۔ مولانا روم رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فرمایا:

اللہ اللہ کن کہ تا اللہ شوی ؎
این سخن حق است واللہ مے شوی

اللہ اللہ کرو تاکہ اللہ اللہ ہی ہو جائے، باطن میں چھا جائے گا اور یہ حق بات ہے اور اللہ کی قسم اُٹھا کر یہ بات میں کہتا ہوں کہ یہ بات ہو جاتی ہے، سُبحان اللّٰہ!

ہم مخلوط تعلیم میں پڑھاتے ہیں۔ کسی کی باتیں تو سننا نہیں چاہیے لیکن کبھی کبھی چلتے چلتے کانوں میں پڑ جاتی ہیں۔ ایک کو میں نے سنا دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ ساری رات نیند نہیں آئی ہے اور تھوڑی دیر کے لیے بھی میں تمہاری یاد سے نہیں ہٹا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہوا ہے ساری رات، مجھے بھی نیند نہیں آئی ساری رات۔ ہائے ہائے، یہ گوں کی بوریاں اور یہ مُردار چیزیں، جب بدن پر موت کے بعد ایک دن گزر جائے تو بدبو اور تعفن آئے۔ بالاکوٹ کے لوگ کہتے تھے کہ آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اتنی بدبو آتی تھی۔ انسان کیا ہے، حُسن تو ذاتِ ذوالجلال کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں آدمی محو ہو جائے تو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔

ے جب سے تمھیں دیکھا ہے جب سے تمھیں پایا ہے
کچھ ہوش نہیں مجھ کو، ایک نشہ سا چھایا ہے

چلئے آپ کو ایک لطیفہ سنا دوں کہ عشاء کے بعد میں درس قرآن کے لیے جا رہا تھا۔ ہاسٹل کے دروازے پر پہنچا، دولڑکے کھڑے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، بڑے سُر میں ہیں، ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ (خبر یے رحمان بابا سہ وائی) پتہ ہے رحمان بابا نے کیا کہا ہے۔

ے چہ پہ نظر کہ دے سہ عیب نہ وی رحمانہ
خکلی مخ تہ پہ کتو کے گناہ نشتہ

ترجمہ: اے رحمان اگر تمہاری نظر میں عیب نہ ہوتو خوبصورت چہرے کو دیکھنے میں گناہ نہیں ہے۔

بڑے سُر میں ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جب اُنہوں نے پیچھے دیکھا تو میں کھڑا ہوں (ہر زے کہ دے ولاڑ یی) ہر جگہ یہ موجود ہوتا ہے (یا اللہ مونگ یو ٹوٹہ گپ لگولو پہ ھغے کے دے موجود ولاڑ یی) یا اللہ ہم تھوڑی بہت گپ شپ لگا رہے ہوتے ہیں اُس میں بھی یہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ رحمان بابا کا شعر نہیں ہے، اپنی طرف سے کسی نے بنایا ہے، کوئی اپنا شعر بنا لیتا ہے درمیان میں رحمانہ لگا کر کہہ دیتا ہے کہ یہ رحمان بابا کا شعر ہے۔

## تربیت میں کمی شخصیت میں نقص پیدا کرتی ہے:

فرمایا کہ ہمارے ہاں علاج معالجے کے لیے جب لوگ آتے ہیں تو ہم سے پوچھتے ہیں کہ علاج کرنے کے لیے کس کے پاس جائیں ہم ان کو بتاتے ہیں کہ فلانے ڈاکٹر سے علاج کراؤ، کیونکہ اس کی فلانی ٹریننگ اچھی ہوئی ہے، دوسرے سے نہ کراؤ کہ وہ کمزور ہے۔ تربیت میں کمی شخصیت میں نقص پیدا کرتی ہے، ناقص شخصیت میدان میں نکل کر جب کام کرتی ہے، کام ناقص ہوتا ہے اس کے نتائج ناقص آجاتے ہیں اور ملک کو عظیم نقصان ہوتا ہے۔ ایک لطیفہ آپ کو سناؤں، ایک آدمی تھا وہ ایک بستی میں ترکھان کا کام کرتا تھا، اب روزانہ کسی کی کھڑکی خراب کسی کا دروازہ خراب، اُلٹا اس کو جرمانہ دینا پڑتا۔ بیچارہ بہت تنگ ہوا، جب بہت تنگ ہوا تو اس نے اس

بستی سے ہجرت کی اور دوسری بستی میں چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد پرانی بستی کا ایک دوست اُسے ملا تو اُس نے پوچھا کہ یار تو کدھر چلا گیا تھا؟ اُس نے بتایا کہ مزدوری کرنے دوسری بستی چلا گیا تھا۔ تو اُس دوست نے کہا کہ وہاں بھی تو تم سے بہت سی غلطیاں ہوتی ہونگی، وہاں بھی بہت تنگ ہوتے ہوگے۔ اُس نے کہا نہیں اللہ کا فضل ہوگیا، خیر ہوگئی ہے۔ دوست نے کہا وہ کیسے؟ اُس نے کہا میں وہاں پر جا کر حکیم بن گیا ہوں، اب ترکھانی چھوڑ دی ہے۔ دوست نے کہا پھر حکمت میں بھی بڑی غلطیاں تم سے ہوتی ہونگی، تو اُس نے کہا کہ حکمت میں جو غلطی مجھ سے ہوتی ہے اُس کو زمین چھپالیتی ہے کہ آدمی مر جاتا ہے، دفن ہو جاتا ہے۔ پہلے تو کھڑکی، دروازے میں غلطی ہوتی تھی بے عزتی ہوتی تھی اور جرمانہ الگ دینا پڑتا تھا لیکن اب جو غلطی ہوتی ہے تو اُس کو زمین چھپالیتی ہے۔

## تربیت میں دو باتیں جُدا جُدا ہیں.......... تعلیم وتعلّم اور تزکیہ:

فرمایا کہ تربیت میں دو باتیں جدا جدا ہیں تعلیم و تعلّم ایک رُخ ہے اور تزکیہ دوسرا رُخ ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ عمومی کے ساتھ مجلسِ خصوصی ہوتی تھی اور مجلسِ خصوصی میں خواص حضرات آسکتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کی مجلسِ عمومی ہوتی تھی اُس میں فقہ، تفسیر و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی اور گھر پر اُن کی دوسری مجلس ہوتی تھی جو تزکیہ کی ہوتی تھی اور تزکیہ کی مجلس میں اگر کوئی اُن سے تفسیر یا حدیث کے بارے میں مسئلہ پوچھتا تھا تو اُن پر غصہ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے لیے میں سارا دن مسجد میں بیٹھا ہوتا ہوں یہ بات وہاں پوچھنی ہوتی ہے۔ اب یہاں دوسرا مضمون جو اصلاح نفس اور تزکیہ کے بارے میں ہے یہ اُس سے علیٰحدہ ہے۔ یہ اِس کے لیے وقت ہے اس وقت اس کا پوچھنا اور اس کے بارے میں سوال اور جواب ہے۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے خاص طور پر اس بات کو بیان میں کہا کہ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں مدینہ منورہ میں جا کر مقیم ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑا اُونچا مقام عطا فرمایا ہوا تھا، بڑے قوی رُوحانیت والے تھے۔ گھنٹوں گھنٹوں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضہ شریف کے پاس مراقب ہوتے تھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ حضرتؒ نے

آخری عمر کا سارا وقت تزکیہ کے لئے ہی وقف کر دیا تھا۔

## مدرسوں میں روشن ضمیر اور روشن دِل لوگوں کی کمی ہو رہی ہے:

فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ماسٹر عزیز صاحب سے بات کر رہا تھا کہ مدارس میں کبھی کبھی ہڑتالیں ہو جاتی ہیں، مدارس میں بھی من چلے طلباء ہوتے ہیں، ہنگامہ وغیرہ کر دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔ کہتے ہیں اُن کے پاس ایک طالب علم آ گیا ایک ہاتھ میں دال ہے اور دوسرے میں روٹی ہے اور بولا کہ یہ کھانا ہے؟ اس طرح کا کھانا کوئی مدرسے میں دیتا ہے؟ یہ تم لوگوں کا کھانا ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ طالب علم کو اُوپر نیچے دیکھ رہے ہیں، اُن کے دیکھنے سے آدمی چُپ ہو گیا اور چلا گیا، بولا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات تھی کہ وہ اعتراض کر رہا تھا اور آپؒ گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا بھائی یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے، تحقیقات کرو یہ یہاں کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ کوئی ہوشیار طالب علم چھٹی پر چلا گیا ہے اور اپنی جگہ کسی رشتہ دار کو جو شہر میں مزدوری کے لیے آیا ہوا ہے اُس کو چارپائی پر ڈالا ہوا ہے اور کہا ہوا ہے کہ میرے حصے کا کھانا بھی کھایا کرو، یہ طالب علم نہیں ہے۔ حضرتؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ نے کیسے پہچانا کہ یہ مدرسے کا طالب علم نہیں ہے؟ اُنہوں نے فرمایا جب دارالعلوم دیوبند بنا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کنویں پر تشریف فرما ہیں اور دودھ نکال کر تقسیم فرما رہے ہیں، لوگ آ رہے ہیں .... کوئی اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں، کوئی کٹورے میں لے رہے ہیں، کوئی چھوٹے برتن میں، کوئی بڑے برتن میں لے رہے ہیں فرمایا کہ اُن لوگوں کو میں پہچانتا ہوں یہ اُن میں نہیں تھا۔

میرے بھائی یہ صرف مدرسہ نہیں تھا کہ جس میں صرف الفاظ کو پڑھانے والے اور ترجمہ سکھانے والے لوگ تھے۔ اس میں روشن ضمیر اور روشن دل لوگ ہوتے تھے جو ایک نگاہ میں پہچان لیتے تھے آدمی کو۔ ہری پور کا ایک ایس۔ پی پولیس ہوتا تھا جو مجالس میں پہنچ کر جگہ جگہ پر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کی جاسوسی کرتا تھا۔ آخری عمر میں کہتا تھا کہ حضرت نے مجھے تین بددعائیں دی

تھیں، دو تو میرے سامنے آگئیں ہیں اور اب ایک کا انتظار ہے موت سے پہلے۔ ایک طرف تو مدارس کا یہ حال تھا اور دوسری طرف اب مدارس کا یہ حال ہے کہ مدرسے میں شیخ الحدیث ہے لیکن کسی سے بیعت ہی نہیں ہے، ذکر اذکار کی تکمیل نہیں کی ہوئی ہے، فنا بقا کی کوئی منزل طے نہیں ہے، ماشاءاللہ چونکہ حدیثیں اُن کو یاد ہوگئی ہیں ترجمہ اُن کو آ گیا ہے لہٰذا مزید کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

## فقہ دو حصّوں میں ہے ایک فقہ ظاہری اور ایک فقہ باطنی:

فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقہ کی ایک پُرانی تعریف ہے کہ نفس اور اس کے متعلق جتنی چیزیں ہیں **مَالَہ‘ وَمَا عَلَیْھَا** اس طرح کے کچھ الفاظ فرمایا کرتے تھے یعنی اُن سب کو جاننا، جس میں **کتابُ الطھارت** اور **کتابُ البیوع** کے ساتھ رذیلۂ حرص، رذیلۂ حسد، رذیلۂ کبر اور رذیلۂ ریا وغیرہ ان سب پر بھی بحث ہے وہ فرمایا کرتے کہ سید سلیمان ندوی **رحمۃ اللّٰہ علیہ** فرماتے تھے کہ فقہ دو حصوں میں ہے ایک فقہ ظاہری اور ایک فقہ باطنی، اور فقہ باطنی کبر، حسد، ریا اور لالچ ان کو جاننا، ان کے دُور کرنے کی ترتیبیں سیکھنا ہے

میں ایک خانقاہ کے اجتماع میں گیا اپنے ساتھی ساتھ تھے، خانقاہ والوں نے اپنے ایک ماہر مولوی صاحب سے تقریر کروائی، اُنہوں نے دین کے شعبے بیان کیے۔ شعبۂ اخلاق کو جب بیان کیا تو یہ اُن کے نزدیک صرف میٹھی باتیں کرنا تھا کیونکہ وہ پختہ خانقاہی نظام سے گزرے ہی نہیں تھے۔ اخلاق دین کا ایک شعبہ ہے جس کی دو قسمیں ہے اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ رذیلہ، اخلاق صرف میٹھی میٹھی باتیں کرنے کو نہیں کہتے کہ کوئی غصہ کرے تو آگے سے خاموشی اختیار کر کے شریفانہ رویہ اختیار کرلے۔ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا اخلاقِ رذیلہ ہیں جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں دس تک لکھے ہیں، اخلاقِ فاضلہ توکل، تواضع اور اخلاص یہ بھی دس لکھے ہیں۔

ایک جگہ دعوت پر جانا ہوا، وہاں ایک آدمی کا مجھ سے تعارف کرایا گیا کہ یہ طالب علم ہے بڑا ذہین، فلانے مدرسے میں پڑھتا ہے، تو جہاں پر وہ پڑھ رہا تھا اور دورہ کر رہا تھا وہاں دورہ

کرانے والے سعودی عرب وغیرہ میں رہ کر آئے ہوئے تھے لہٰذا غیر مقلدین کا اثر لئے ہوئے تھا۔ طالب علم سے میں نے کہا کہ برخوردار ماشاءَ اللّٰہ آپ پڑھ رہے ہیں، دورہ کررہے ہیں جب فارغ ہوجائیں تو احیاء العلوم پڑھ لینا، تو آدمی آگے سے گرم ہوگیا، اُس نے کہا: ہمارے اُستاد صاحب نے کہا ہے کہ ایسے لوگ جن کے وعظ اور بیان میں لوگ تڑپتے تھے اور چیخیں مارتے تھے ہم اُن سے بھی حدیث نہیں لیتے۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب میں اور بات اس کے ساتھ کروں تو نہ ہماری بات کو سمجھے گا اور نہ اس کو فائدہ ہوگا، تو اچھی بات یہ ہے کہ کھانا کھا کر خوشگوار طریقے سے رُخصت ہوکر چلے جائیں تو یہ اچھا ہے۔ ہم نے آپ کو کب کہا ہے کہ آپ احیاء العلوم سے حدیث لیں، حدیث تو بخاری اور مسلم سے لینی ہوں گی، احیاء العلوم میں تو دورۂ حدیث کرنے کرانے کی بات نہیں کی گئی ہے۔ اُس میں یہ بات کی گئی ہے کہ آپ کی شخصیت میں، آپ کے باطن میں حق اور اخلاقِ فاضلہ کیسے داخل ہونگے، اخلاقِ رذیلہ کیسے نکلیں گے اور آپ کی شخصیت کیسے تعلق مع اللہ کے لیے صاف ستھری ہوگی۔ دل منجھے گا، ستھرا ہوگا اور صاف ہوگا تو اُس میں ذاتِ ذوالجلال کے حُسنِ لازوال کا عکس چمکے گا... جھلکے گا پھر جب وہ عکس چھلکتا ہے اور جھلکتا ہے تو الفاظ و معانی سے نکل کر آدمی ایک ایسے مقام کی طرف جاتا ہے کہ جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (زمر:۲۳)

ترجمہ: پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کی یاد پر۔ (تفسیرِ عثمانی)

جب دل ذکر کرتا ہے، جب بدن ذکر کرتا ہے.... جب بال کھال، ہڈی اور ہڈی کا گودہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تپش اور گرمی کو محسوس کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

؎ نام اُن کا اور جاں کے ساز پر
ہر رگِ جاں سازِ الا اللہ ہے

؎ نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

(جاری ہے)

# آہ! حضرت مولانا یوسف البرجویؒ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف البرجویؒ وفات پا گئے۔ موصوف وادیٔ پشاور کے دیہاتی علاقے کے مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ یہ خاندان چھ سات پشتوں سے علماء اور قاضیوں کا خاندان رہا ہے لیکن ازراہِ تواضع کبھی اپنے ساتھ قاضی نہیں لکھتے تھے۔ یوسف صاحب نے پشاور یونیورسٹی کے مشہور اسلامیہ کالجیٹ سکول سے بطورِ اُستاد آغاز کیا۔ ملازمت کے دوران حضرت مولانا اشرف صاحبؒ سے تعارف ہوا اور اُن کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ حضرتؒ نے اُن کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور اپنے پاس شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی میں لیکچرار لگا دیا۔ حضرتؒ کی صحبت کی یہ تاثیر تھی کہ اصلاحِ نفس اور فکرِ آخرت کے ساتھ ساتھ آدمی کو دنیا کے لحاظ سے بھی ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ ملتا تھا۔ یوسف صاحبؒ نے حضرت کی نگرانی میں ہی عربی میں پی ایچ ڈی کی۔ اُن کی پی ایچ ڈی صحابہ کرامؓ کے اشعار کے ادبی مقام پر تھی۔ یہ بہت نادر اور مشکل مضمون تھا اور عربی ادب کے لحاظ سے ایک گراں قدر تحقیقی کام تھا۔ سلوک کی تکمیل پر خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ جب ضعیف ہو گئے تو تعویذات اور عملیات کا کام حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے ہی حوالے کر دیا تھا جس کے ذریعے سے آپ نے بغیر معاوضہ اور شکرانہ لئے خلقِ خدا کی خدمت کی۔ بندہ کو خود ایک دفعہ تکلیف ہوگئی ڈاکٹری ترتیب کے مطابق یہ دل کی تکلیف تھی لیکن نہ تشخیص میں آ رہی تھی اور نہ علاج کا اندازہ ہو رہا تھا۔ دو بجے کے بعد دل کی حرکت تیز ہو جاتی تھی، نیند اُڑ جاتی تھی اور بدن نڈھال ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے امر سے یوسف صاحب نے تعویذ دیا اور تکلیف بغیر

علاج کے رفع ہوگئی۔

اُن کے قریبی دوست جناب بشیر طارق صاحب نے سنایا کہ ایک دفعہ وہ یوسف صاحبؒ کی ملاقات کے لئے اُن کے گھر حاضر ہوئے۔ واپس ہوتے وقت پتہ چلا کہ گاڑی میں تیل ختم ہے۔ اُس زمانے میں دور دراز دیہات میں تیل وغیرہ ملنے کے کوئی حالات نہیں تھے۔ یوسف صاحب سے پانی دم کرا کر ٹینکی میں ڈالا اور گاڑی سٹارٹ ہوگئی جس نے پیٹرول پمپ تک پہنچا دیا۔

یوسف صاحب کے برادرِ نسبتی شمس صاحب جو خیبر میڈیکل کالج کے ریٹائرڈ سپرانٹنڈنٹ ہیں بندہ سے فرمانے لگے کہ وہ زندگی کے آخری تین دن یوسف صاحب کی خدمت میں رہے۔ کمزوری بہت زیادہ تھی اس لئے وضو کرنا، منہ صاف کرنا، مسواک کرنا نہیں ہو سکتے تھے لیکن اس کے باوجود جب وہ سانس لیتے تھے تو ایک خوشبو پھیلتی تھی جو شمس صاحب تینوں دن محسوس کرتے رہے۔

تعلیمی لحاظ سے پی ایچ ڈی تھے اور عہدے کے لحاظ سے سینئر ٹیچر تھے لیکن چال ڈھال، لباس، بول چال سے بالکل یہ باتیں ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔ فقیرانہ عاجزی کا نمونہ تھے۔

کئی حضرات ان سے بیعت ہو کر فیض یاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۲۸ مئی بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب کے بعد ہوگا۔

# ایک مریض کا واقعہ

(ڈاکٹر محمد سفیر صاحب، میڈیکل سپیشلسٹ، ٹاؤن ٹیچنگ ہسپتال، پشاور)

بندہ کلینک میں اپنی اپنی باری پر آنے والے مریضوں کا معائنہ کر رہا تھا کہ ایک مریض تین پہیوں والی ایک پرانی سائیکل میں اندر آیا۔ اس سائیکل میں مریض نے اپنی سہولت کے لئے ایسا انتظام کیا ہوا تھا کہ خود ہی بغیر مدد کے اُس کو آگے پیچھے کر سکتا تھا اور چلا بھی سکتا تھا۔ بندہ نے دیکھا نوجوان لڑکا ہے عمر کوئی بیس سال ہوگی، دونوں پاؤں سے معذور اور پیٹ اور سینہ پھولا ہوا، پہیوں والی کرسی خود ہی چلاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ بدن پر بہت معمولی حیثیت کے کپڑے جو جگہ جگہ سے میلے بھی تھے۔ مریض کی حالت دیکھ کر دل بہت خفا ہوا۔ مختلف خیالات نے ذہن کو گھیر لیا جو غیر اختیاری طور پر ذہن میں آرہے تھے اس کی غربت، جوانی میں معذوری اور پرائیویٹ کلینک میں علاج کے لئے آنے پر۔ مریض نے اپنی تکلیف بتائی کہ معدہ کی تکلیف ہے، بہت علاج کیا ہے، ڈھیر ساری دوائیاں گھر پر ہیں مگر کچھ آفاقہ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹروں کے پاس آجا کر تنگ آگیا ہوں۔ کسی جاننے والے نے آپ کا بتایا تو اب آپ کے پاس آیا ہوں۔ بندہ نے تکلیف کے متعلق تفصیلات پوچھیں، معائنہ کیا اور تسلی دی کہ کوئی پریشانی کی بات نہیں انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اس کی تکلیف کی وجہ اس کو تفصیل سے سمجھا دی۔ پھر بندہ نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ گھر اپنا ہے یا کرائے کا؟ اس پر اس نے بتایا کہ حیات آباد کے فلاں چوک کے پاس جوتے پالش کرتا ہوں۔ سارا دن محنت کر کے شام کو گھر آتا ہوں۔ گھر کسٹم چوک کے پاس ہے جو کہ کرایہ کا ہے۔ یہ تفصیل سن کر بندہ انتہائی آزردہ ہوا! اس غربت میں اس بے چارے پر کیا گزرتی ہوگی، اس پر پاؤں کی معذوری اور اب اس تکلیف کے لئے نہ جانے اس کے کتنے پیسے لگ چکے ہوں گے، یہ بے آسرا انسان اتنے پیسے کہاں سے پورے کرتا ہوگا۔ بندہ نے اس کی فیس واپس کر دی اور اس کے لئے ساری دوائیوں کا بندوبست کیا اس خیال سے کہ شاید یہی بندہ کی مغفرت کا ذریعہ ہو جائے۔ اس ساری بات کو دیکھ کر مریض نے بندہ کی طرف دیکھنا شروع کیا اور دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا ڈاکٹر صاحب میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ آپ کو دوں لیکن میرے دل میں ایک دعا ہے آپ کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کو اس کا اجر دے اور آپ کو جنت الفردوس عطا کرے۔ مریض نے یہ دعا ایسی کیفیت کے ساتھ دی کے اُس دن کے بعد سے جب بھی اس کی یہ دعا یاد آتی ہے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اس دعا کی حلاوت دل میں محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ اپنی مخلوق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

# ایک واقعہ

(ڈاکٹر عابد علی صاحب، ایسوسیئیٹ پروفیسر شعبۂ ایناٹومی، کبیر میڈیکل کالج پشاور)

میں اور میرے والد صاحب ۱۹۹۷ء میں بفضلِ الٰہی حج کے لئے گئے۔ ہمارے گروپ میں موضع شیخ محمدی (یا غالباً لنڈی ارباب) سے تعلق رکھنے والا ایک عمر رسیدہ جوڑا بھی تھا۔ جب ہم مکہ مکرمہ میں اپنی رہائشی عمارت میں پہنچے تو مرد کو ہچکی لگ گئی۔ بڑھتے بڑھتے وہ ہچکی ایسی حالت کو پہنچی کہ اس آدمی کو ایک لمحے کے لئے بھی قرار نہیں آ رہا تھا۔ تکلیف اتنی شدید ہو گئی کہ جس کمرہ میں ان کی رہائش تھی، اس کمرے کے ساتھیوں نے اس کا بستر برآمدے میں لگا دیا کہ تمہاری وجہ سے ہماری نیند خراب ہو رہی ہے۔ وہ خاتون اس کو سعودی ہسپتال لے گئی کچھ علاج کرایا لیکن آفاقہ نہ ہوا۔ وہ صاحب بار بار کہتے کہ میں نے تمام عمر پولیس کی نوکری کی ہے اور بڑے ظلم کئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گھر میں نہیں چھوڑ رہا، میرے نصیب میں حج نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ خاتون میرے پاس آئی اس نے کہا کہ تم پڑھے لکھے ہو میری مدد کرو کہ میں اپنے خاوند کو لے کر پاکستان واپس چلی جاؤں کیونکہ اگر یہ یہاں پر مر گیا تو میرے بیٹے مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں بڑا خفا ہوا۔ دعا کی کہ یا اللہ! اول تو آپ کا کرم اس آدمی کے گناہوں کے مقابلے میں بہت بڑا ہے، معاف ہی فرما دیجئیے لیکن اگر کسی وجہ سے اس شخص کی قسمت میں حج نہیں تو اس بے چاری عورت کا کیا قصور ہے۔ آپ کریم ہیں کرم فرما دیجئیے۔ پھر میں اس آدمی کو پاکستان ہاؤس مکہ مکرمہ میں واقع ہسپتال لے کر گیا اور اُن ڈاکٹروں کو پوری بات سمجھائی۔ انہوں نے اس آدمی کو داخل کر کے دو دن علاج کیا۔ اس کے بعد اس آدمی کو حج کی تکمیل تک کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ واپسی پر ہم جوں ہی جہاز میں بیٹھ گئے تو اس کو دوبارہ ہچکی لگ گئی جو پشاور ائر پورٹ پر اُترنے تک جاری تھی۔ اس کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

# غیرت

(ڈاکٹر شاہد حبیب، شعبۂ فزیالوجی، جامعہ ملک سعود، ریاض، سعودی عرب)

اپنے شیخ اور مربی حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کے بیانات میں اکثر سنا اور ہمیں اس سے بہت فائدہ ہوا کہ حیا اور غیرت ایمان کے اجزاء ہیں اور اس کا تذکرہ ہم اکثر کرتے رہتے ہیں۔ میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتا ہوں۔ ہمارے گھر میں ایک لڑکا کام کرتا ہے جو ہندوستان کے صوبہ آسام کے ایک گاؤں سے آیا ہوا ہے۔ اس کا نام عبداللہ ہے۔ تین سال پہلے سعودی عرب مزدوری کے لئے آیا۔ پہلے ہندو تھا یہاں آیا تو پہلے ہی تین مہینوں میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی اور مسلمان ہوگیا۔ ماشاء اللہ! پکا نمازی ہے اور رمضان کے پورے روزے رکھتا ہے۔ ایک دن ہم نے کچھ کھانا بنایا ہوا تھا، میں نے عبداللہ سے کہا کھاؤ گے تو کہا کہ آپ لوگوں کا روزہ نہیں ہے کیا؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں تو روزے سے ہوں۔ پتہ چلا کہ عاشورہ کے روزے رکھے ہیں۔ اس نے ایک بات بتائی جس سے مجھے بہت غیرت آئی اور سبق بھی ملا۔ اس کے والد کو جب پتہ چلا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے تو اس سے قطع تعلق کر دیا اور بولنا تک چھوڑ دیا صرف والدہ بات کرتی تھی۔ یہاں تک بائیکاٹ کیا کہ اس کے ہاتھ کی کمائی بھی کبھی نہ لی اور نہ کبھی استعمال کی اور کہا کہ جب دھرم بدل دیا تو اب میں تمہارے ہاتھ کی کمائی نہیں لوں گا حالانکہ وہ ایک غریب آدمی ہے۔ عبداللہ اپنے ایک بھائی کو بمبئی پیسے بھیجتا ہے اور وہ اپنی طرف سے والدین کو بھیج دیتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ یہ عبداللہ نے بھیجے ہیں ورنہ پھر والد قبول نہیں کرتا۔ اس کے بھائی ابھی تک ہندو ہیں۔ میں نے سوچا کہ گاؤں کا ایک غریب ہندو اپنے باطل مذہب پر اتنی غیرت کر سکتا ہے تو ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ یہاں تو ہم کسی سے پیپسی اور غیر مسلم ممالک کے اشیاء کے بائیکاٹ کی

بات کرتے ہیں تو لوگ ہم پر ہنستے ہیں، کبھی چپ سادھ لیتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے چند ریال رُک جانے سے اُن کا کیا نقصان ہوگا؟ دنیاداروں کو تو چھوڑیں اچھے خاصے دیندار لوگوں کے گھروں پر دعوت ہو تو انہی مشروبات سے مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ الحمد لِلّٰہ ! ہم نے جب بھی دوستوں کی دعوت کی تو ان کو لسی اور تازہ پھلوں کا رس پلایا۔ کبھی کافروں کی کمپنیوں کے مشروبات نہیں پلائے۔ سلسلے کی تربیت کی برکت ہے کہ ہمارے بچے بھی ان مشروبات کو ہاتھ نہیں لگاتے اور کہتے ہیں یہ یہود کی ہیں۔

ہم دمام اپنے دوست ڈاکٹر بدر کے گھر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کھانے میں پیپسی رکھی میرا بیٹا مجھ سے پوچھنے آیا کہ کیا میں پی سکتا ہوں؟ میں نے کہا امی سے پوچھو۔ بدر صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہ آپ لوگوں کی بات مان لے گا؟ میں نے کہا آپ خود دیکھ لیں۔ وہ اپنی امی کے پاس گیا اس نے منع کر دیا۔ بیٹا مان گیا اور نہیں پیا۔ بدر صاحب حیران کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بچے پیپسی کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا یہ سب ہماری کوشش ہے اور بزرگوں کی دعائیں ہیں۔

[جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہمارے چند ریالوں سے کیا ہوگا؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ بات چند ریالوں کی نہیں بلکہ دینی غیرت کی ہے۔ روایات میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے آگ جلا رہے تھے تو گرگٹ اس کو پھونکیں مار رہا تھا۔ اس کے پھونکوں سے اس آگ پر کچھ فرق نہیں پڑھ رہا تھا مگر اُس نے اپنی باطن کی خباثت کا مظاہرہ کر دیا۔ اسی طرح غالباً ابابیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ اپنی چونچ میں پانی لا لا کر آگ بجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کے پانی سے بھی آگ میں کوئی کمی نہیں ہو رہی تھی مگر اُس نے اپنی نیک نیتی اور اخلاص کا مظاہرہ کر دیا۔ ادارہ]

# خواص کا غیبت میں مبتلا ہونا

(احیاء العلوم از امام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ)

بدترین غیبت ریاکار ''علماء'' کی غیبت ہے کیونکہ وہ اچھے بن کر اپنا مقصود ظاہر کر دیتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ غیبت نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ جہالت میں مبتلا ہیں، انہیں معلوم نہیں کہ بیک وقت دو دو گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، ایک غیبت دوسرا ریا۔ چنانچہ جب اُن کے سامنے کسی شخص کا ذکر ہوتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں بادشاہوں کے درباروں میں آنے جانے کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا یا یہ کہ دنیا کی طلب کے ذلت سے بچایا، یا بطور دعا یہ کہتے ہیں خدا ہمیں اس بے شرمی اور رسوائی سے بچائے۔ اُن کا مقصد دوسرے کا عیب ظاہر کرنا ہے لیکن اس کے لئے کبھی شکر کا صیغہ اختیار کرتے ہیں اور کبھی دعا کا اسلوب اپناتے ہیں لیکن نہ دعا مقصود ہے اور نہ شکر۔ بعض اوقات غیبت سے کسی شخص کی پہلے تعریفکرتے ہیں مثلاً یہ کہ فلاں شخص کتنا اچھا ہے، کس قدر عبادت کرتا ہے لیکن ایک بد خصلت میں مبتلا ہے اور وہی کیا ہم سب ہی اس خصلت میں مبتلا ہیں اور وہ یہ کہ اس میں صبر اور قناعت کا عنصر بہت کم ہے۔ دیکھئے بظاہر اس میں اپنی مذمت موجود ہے لیکن مقصد ہرگز اپنے نفس کی مذمت نہیں بلکہ دوسرے کا عیب ظاہر کرنا ہے۔ البتہ اس کے لئے ایسا پیرایہ یہاں اختیار کیا ہے کہ مخاطب کہنے والے کی کسر نفسی اور خلوص کا قائل ہو جائے اور اسے بھی صلحاء میں شمار کرے۔ یہ شخص تین گناہوں کو جامع ہے، غیبت، ریا اور تقدیسِ نفس یعنی وہ خود کو نیک لوگوں میں شمار کرتا ہے اور نادانی کی بناء پر یہ سمجھتا ہے کہ میں غیبت سے پاک ہوں۔ شیطان ایسے ہی لوگوں کو آسانی سے شکار کرتا ہے۔ یہ لوگ صحیح علم سے محروم ہوتے ہیں اور نفس انہیں مسلسل فریب دیتا رہتا ہے۔ بعض

اوقات جب اہلِ مجلس کسی شخص کا عیب سننے کے لئے متوجہ نہیں ہوتے تو کہتے ہیں سبحان اللّٰہ ! کس قدر عجیب بات ہے، یہاں اللہ کا نام اور عظمت و تقدیس کے اظہار و اعتراف کے لئے نہیں لیا جاتا بلکہ اپنے باطنی خبث کے اظہار کے لئے لیا جاتا ہے۔ کبھی غیبت کے لئے یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں کہ اپنے دوست کی فلاں حالت کی بناء پر سخت رنجیدہ اور غمگین ہیں، اللہ تعالیٰ اسے راحت دے۔ یہ غم خواری اور دعا ترحم کے جذبے سے نہیں ہوتی بلکہ محض اپنی برتری کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اگر واقعۃً دعا مقصود ہوتی تو نماز کے بعد تنہائی میں کرتے نہ کہ مجلس میں۔ اسی طرح اگر واقعۃً انہیں رنج ہوا ہوتا تو وہ اس واقعہ کا اظہار ان لوگوں کے سامنے کیوں کرتے جو اس سے ناواقف تھے۔ کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں شخص بیچارا بڑی مصیبت میں گرفتار ہے، اللہ ہمیں اور اسے توبہ کرنے کی توفیق بخشے۔ بظاہر یہ دعا ہے لیکن اللہ تعالیٰ باطنی خبث پر مطلع ہے، وہ جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا بھرا ہوا ہے۔ لیکن وہ اپنی جہالت کے باعث یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اس دعا سے ثواب کی بجائے عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں۔

غیبت سننا اور اس پر تعجب کا اظہار کرنا بھی غیبت ہے کیونکہ سننے سے اور اس پر تعجب ظاہر کرنے سے غیبت کرنے والے کو غیبت پر شہ ملتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی برائی سن کر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ بھائی تم نے آج عجیب بات بتلائی ہے، ہم تو اسے ایسا نہیں سمجھتے تھے، ہم اسے آج تک اچھا ہی سمجھتے رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس عیب سے محفوظ رکھے۔ یہ تبصرہ گویا غیبت کرنے والے کی تصدیق ہے اور غیبت کی تصدیق بھی غیبت ہی ہے بلکہ غیبت سن کر چپ رہنے والا بھی غیبت کرنے والے کا شریک سمجھا جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

المستمع احد المغتابین

ترجمہ: سننے والا دو غیبت کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

طبرانی میں بروایت ابن عمرؓ ان الفاظ کے ساتھ ہے:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الغیبۃ و عن الاستماع الی الغیبۃ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کرنے اور غیبت سننے سے منع فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ میں سے ایک نے دوسرے سے کسی شخص کا ذکر کیا کہ وہ بہت سونے والا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں نے آنحضرت ﷺ سے روٹی کھانے کے لئے سالن مانگا۔ آپؐ نے فرمایا سالن تو تم لوگ لے چکے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے کیا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھا چکے ہو۔ دیکھئے آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو غیبت کا مجرم ٹھہرایا حالانکہ غیبت ایک نے کی تھی دوسرا محض سننے والا تھا۔ اسی طرح حضرت ماعزؓ کے رجم کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جن دو آدمیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا کہ وہ کتے کی طرح مارا گیا تو آپ ﷺ نے کُوڑے پر پڑے ہوئے مردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں سے فرمایا تھا اسے نوچو، اس کا گوشت کھاؤ۔ حالانکہ کہنے والا ایک تھا، آپ ﷺ نے دونوں کو شریک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کے گناہ میں شریک ہے۔ ہاں اگر وہ زبان سے منع کردے یا زبان سے منع کرنے کا حوصلہ اور قوت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے یا اس مجلس سے اُٹھ جائے یا غیبت کرنے والے کو دوسری باتوں میں لگا لے، ان صورتوں میں سننے والے پر کوئی مواخذہ

نہیں ہوگا۔ لیکن اگر زبان سے منع کیا ور دل میں سننے کی خواہش رہی تو یہ نفاق ہے۔ اعتبار دل کا ہے، گناہ سے اسی وقت محفوظ رہے گا جب دل سے برا سمجھے گا۔ منع کرنے میں بھی ہاتھ یا ابرو اور آنکھ کے اشارے سے منع کرنا کافی نہیں ہے کیونکہ اس سے اس شخص کی توہین ہوتی ہے جس کی غیبت کی جا رہی ہے بلکہ صراحت کے ساتھ منع کرنا اور مذکور کا دفاع کرنا ضروری ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

**من اذل عنده مؤمن فلم ینصره وهو یقدر علی نصره اذله اللّٰه یوم القیامة علی رؤس الخلائق.** (طبرانی، سهل بن حنیفؓ)

ترجمہ: جس شخص کے سامنے کسی مؤمن کی تذلیل کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے قیامت کے روز اس لوگوں کے سامنے ذلیل کیا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے:

**من رد عرض اخیه بالغیب کان حقا علی اللّٰه ان یرد عن عرضه یوم القیامة.** (ابن ابی الدنیا. ابو درداءؓ)

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا اس کے پسِ پشت دفاع کرے اللہ پر واجب ہے کہ وہ قیامت کے روز اس کی حفاظت فرمائے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

**من ذب عن عرض اخیه بالغیب کان حقا علی اللّٰه ان یعتقه من النار.** (احمد، طبرانی. اسماء بنت یزیدؓ)

ترجمہ: جو شخص پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے اللہ پر اسے دوزخ سے آزاد کرنا واجب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ۚ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۚ اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ۚ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۚ اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

## دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**درجہ اوّل:** تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

**درجہ دوم:** بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

**درجہ سوم:** سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

## جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی

ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر،ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔
پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**،سوبار **الا اللّٰہ** اورسوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار،**الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔
کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت،مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ(آمنے سامنے)سیکھنا ضروری ہے،خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

## ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

**كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ**

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

**اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٌ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٌ دَاخِلُوْهَا**

ترجمہ:موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

## ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے

شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ٥ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَّکِیۡنٍ ٥ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰمًافَکَسَوۡنَاالۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ٥رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ٥رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوٰرِثِیۡنَ ٥رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثًاوَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا ط اِلٰھِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ٥ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَّکِیۡنٍ ٥ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰمًافَکَسَوۡنَاالۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ

اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

## ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**درجہ اوّل:** تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

**درجہ دوم:** بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

**درجہ سوم:** سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

## جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر،ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**،سوبار **الا اللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت،مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ( آمنے سامنے ) سیکھنا ضروری ہے،خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

## ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ:موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

**اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب**

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

## ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆